سیرت النبی ﷺ قبل از بعثت

ایک اجمالی و طائرانہ نظر

تحریر: محمد منیر قمر سیالکوٹی ترجمان سپریم کورٹ الخبر (سعودی عرب)

سیرت قبل از بعثت۔ اجمالی نظر

نبی کریم ﷺ کا بچپن، لڑکپن اور جوانی تمام مرحلے ہر قسم کی فضول حرکات و سکنات سے قطعی پاک تھے، بلکہ اس زمانے میں کام کاج میں یا کسی بھی ضرورت کے وقت تہمد اتار دینا معمولی بات تھی، مگر نبی اکرم ﷺ سے بعثت سے قبل ایسا کوئی واقعہ سرزد نہیں ہوا، بلکہ صحیح بخاری و مسلم شریف میں روایت موجود ہے کہ تعمیرِ کعبہ کے دوران جب آپ ؐ اپنے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور کندھوں مبارک پر کوئی کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے شانے مبارک زخمی ہو گئے، تو آپ ﷺ کے چچا نے ازراہِ شفقت کہا:

(اجعل إزارك على رقبتك يقيك الحجارةفطمحت عيناه إلى السماء (فقال)إزاری،إزاری فسدعليه فماروی بعد عرياناً) ترجمہ: "اپنا تہمد اتار کر اپنی گردن پر رکھ لیں تاکہ پتھر سے بچ جائیں، تو ان کی نصیحت پر عمل کرنا ہی تھا کہ آپ ﷺ زمین پر گر گئے۔ اور آپ ﷺ کی آنکھیں آسمان کی طرف جم گئیں اور آپ ﷺ نے فوراً فرمایا: میری چادر! میری چادر!! فوراً آپؐ کو چادر دی گئی جو آپؐ نے باندھ لی اور اسکے بعد تاحینِ حیات آپ ؐ کبھی عریاں نہیں دیکھے گئے۔ ☆ (صحیح بخاری: ۱/ ۷۷ ۳۔ صحیح مسلم: ۱/ ۸۴ او غیر ھما بحوالہ فقہ السیرۃ: ۸۳)

ایسے ہی آپ ﷺ کی قبل بعثت کی چالیس سالہ زندگی خصوصی عنایتِ الٰہی کی وجہ سے ہر قسم کی مشرکانہ رسوم اور جاھلانہ عادات سے قطعی پاک تھی۔ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ قریش نے آپؐ کے سامنے کھانا لا کر رکھا، یہ کھانا بتوں کے چڑھاوے کا تھا اور جو جانور ذبح کیا گیا تھا وہ کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا تھا، آپ ﷺ نے وہ کھانا کھانے سے صاف انکار کر دیا۔ (بخاری باب المناقب ذکر زید بن عمرو بن نفیل، بحوالہ سیرۃ النبیؐ: ۱/ ۱۹۱)

☆ ایک واقعہ آپؐ کے بچپن کا بیان کیا جاتا ہے کہ آپؐ نے چادر اتاری تو غیب سے کسی نے مکہ مارا اور کہا کہ چادر باندھو (سیرت ابن ھشام: ۱/ ۱۴۸)

یہ واقعہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں بلکہ اسکی نسبت یہ بخاری و مسلم کا صحیح ثابت شدہ واقعہ کیا کم ہے۔ جو کہ تعمیرِ کعبہ کے دوران پیش آیا اور اس صحیح ترین کی موجودگی میں کسی بے ثبوت واقعہ کی بیان کرنیکی ضرورت ہی کیا ہے۔

منصبِ نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل بھی جو لوگ آپ کے احبابِ خاص تھے وہ سب نہایت پاکیزہ اخلاق اور عالی مرتبت تھے۔ ان میں سے سب سے مقدم حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے وہ برسوں آپؐ کے شریکِ صحبت رہے۔ (اصابۃ: ۲/۳۴۱ ذکر ابی بکر، عبداللہ بن قحافہ)

حضرت خدیجہؓ کے چچیرے بھائی حضرت حکیم بن حزامؓ جو قریش کے نہایت معزز رئیس تھے وہ بھی آپؐ کے احبابِ خاص میں سے تھے۔ حرم کا منصبِ رفادہ (حجاج کے کھانے پینے کے انتظامات) انہیں کے ہاتھ میں تھے اور دارالندوہ کے بھی وہی مالک تھے، جو اسلام کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں بیچ دیا اور یہ کل رقم خیرات کر دی۔ یہ نبی کریم ﷺ سے عمر میں پانچ برس بڑے تھے۔ وہ طویل مدت تک دولتِ ایمان سے محروم رہے مگر نبی اکرم ﷺ سے برابر محبت کیا کرتے تھے، بالآخر توفیقِ الٰہی شامل حال ہوئی تو ۸ھ میں اسلام لائے۔

(اصابہ، ذکر حکیم بن حزام: ۳۴۹)

ایسے ہی حضرت ضماد بن ثعلبہ ازدیؓ جو کہ طبیب و جراح تھے۔ اور حضرت قیس بن سائب مخزومی جو کہ تاجر اور نبی کریم ﷺ کے شریکِ تجارت تھے۔ یہ دونوں بھی آپ ﷺ کے احبابِ خاص میں شمار ہوتے ہیں۔

(سیرۃ النبیؐ: ۱/۹۸۔۱۹۶)

اور نبی اکرم ﷺ کے مبعوث ہونے سے قبل فیضِ الٰہی کی خفیف شعاعیں ملکِ عرب میں پھیلنا شروع ہو گئی تھیں، حتی کہ چند طالبانِ حق اور متلاشیانِ صراطِ مستقیم نے شرک اور بت پرستی سے انکار کر دیا تھا۔ ان میں سے قیس بن ساعدہ، ورقہ بن نوفل، عبیداللہ بن جحش، عثمان بن حویرث اور زید بن عمرو بن نفیل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ان میں سے نبی کریم ﷺ نے زید سے ملاقات کی تھی، جس کا ذکر بخاری شریف میں موجود ہے، اور ورقہ بن نوفل چونکہ حضرت خدیجہؓ کے برادرِ عم زاد تھے اور مکہ میں ہی رہتے تھے، ان سے بھی آپؐ کی ملاقات عین قرینِ قیاس ہے بلکہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ سے ان کی گہری دوستی تھی۔ (سیرۃ النبیؐ: ۱/۹۴، ۱۱۳)

اچھے احباب کا انتخاب صاف ستھرے کردار کا ثبوت ہوتا ہے اور ہمارے نبی رحمت ﷺ قبل بعثت بھی اس قسم کے ممتاز مقام پر فائز تھے۔

ایک مشہور روایت: ایسے ہی الکامل فی التاریخ لابن اثیر، خصائص الکبری سیوطی (۱/۸۸) مسند بزار اور مستدرک حاکم (۴/۲۴۵) میں ایک روایت نقل کی گئی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: (ماهممت بشیء مما کان اهل الجاهلیة یعملون غیر مرتین کل ذلك یحول الله بینی وبینه ثم ماهممت به حتی اکرمنی الله برسالته) ترجمہ: ”اہلِ جاہلیت کے افعال میں سے کسی فعل کا ارتکاب کرنے کا میں نے دو مرتبہ

کے سوا کبھی ارادہ نہیں کیا اور ان دو مرتبہ میں جو ارادہ کیا تو اللہ تعالی میرے اور اس فعل کے مابین حائل ہو گیا۔ پھر میں نے کبھی ارادہ بھی نہیں کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے مجھے شرفِ رسالت سے نواز دیا"۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنے ساتھ بکریاں چرانے والے لڑکے سے کہا کہ اگر تم میری بکریوں کا خیال رکھو تو میں بھی مکہ جا کر اس محفل میں شریک ہو جاؤں جس میں قصے کہانیاں بیان ہوتی ہیں۔ اور اکثر نوجوان اس میں شرکت کرتے ہیں، میرے ساتھی نے کہا : چلے جاؤ، میں وہاں سے چلا اور جب مکہ کے پہلے ہی گھر کے قریب پہنچا تو میں نے آلاتِ موسیقی کی آواز سنی کسی سے پوچھا کہ یہ کیا ہے ؟ تو اس نے بتایا کہ یہاں فلاں شخص کی شادی فلاں لڑکی سے ہو رہی ہے، میں بھی وہاں بیٹھ گیا اور بیٹھتے ہی اللہ تعالی نے میرے کانوں سے قوتِ سماعت چھین لی اور میں وہیں سو گیا اور مجھے وہاں سے سورج کی گرمی نے ہی اٹھایا، واپس گیا تو ساتھی نے پوچھا تو میں نے اسے سارا ماجرا کہہ سنایا۔

ایسے ہی ایک مرتبہ پھر ہوا، میں مکہ کو چلا اور شہر میں داخل ہونے کے بعد میرے ساتھ وہی معاملہ پیش آیا۔ جو پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے دوبارہ کبھی ایسا ارادہ ہی نہیں کیا۔ یہ واقعہ متعدد کتبِ حدیث میں موجود ہے اور امام حاکم نے مستدرک (۴/ ۲۴۵) میں نقل کرنے کے بعد یہاں تک کہا ہے کہ "هذا حديث صحيح على شرط مسلم" اور امام ذہبی نے بھی اس تصحیح پر ان کی موافقت کی ہے۔ جبکہ محدث العصر الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ تصحیح دونوں کا وہم ہے اور اس کی دو وجوہات ہیں :

اولاً : یہ کہ یہ روایت ابن اسحاق کے طریق سے ہے اور امام مسلم ان کی روایت بیان کرتے ہیں مگر اس شرط پر جبکہ ابن اسحاق کے علاوہ کسی دوسرے طریق سے بھی ثابت ہو جیسا کہ خود امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس بات کا ذکر کیا ہے لیکن یہاں امام حاکم نے صرف ابن اسحاق سے روایت بیان کی ہے... دوسرے کسی طریق سے یہ ثابت نہیں کی، لہذا یہ شرطِ مسلم پر پوری نہ ہوئی۔

ثانیاً : اس روایت میں جو ایک راوی محمد بن عبداللہ بن قیس ہے وہ عدالت میں مشہور نہیں اور ابن حبان کے سوا اس کی کسی نے توثیق نہیں کی اور جب ابن حبان کسی کی توثیق میں منفرد ہو تو وہ غیر موثوق ہوتی ہے۔

کیونکہ ابن حبان مجہولین کی بھی توثیق کر دیتے ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں لکھا ہے، لہذا جب حافظ ابن حجرؒ نے ان ابن قیس کو التقریب میں ذکر کیا تو ان کی توثیق نہیں کی بلکہ صرف "مقبول" کہا ہے یعنی وہ "لين الحديث" ہے اور اس کی متابعت کرنا صحیح نہیں جیسا کہ تقریب کے مقدمہ میں مذکور ہے پھر یہ ابن قیس رجالِ مسلم میں سے بھی نہیں ہے۔ اور حافظ ابن کثیرؒ نے "البداية والنهاية" میں بیہقی سے یہی روایت اسی سند

کے ساتھ نقل کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے:

"هذا حديث غريب جداً و قديكون عن علی نفسه (يعني موقوفاً عليه) و يكون قول (حتى اكرمني الله عزوجل بنبوته) مقحماً، والله أعلم ترجمہ: یعنی یہ حدیث انتہائی غریب ہے اور ممکن ہے کہ یہ واقعہ خود حضرت علیؓ کا اپنا ہو اور یہ کہ (یہاں تک کہ اللہ تعالی نے مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا) یہ الفاظ اس روایت کے نہیں بلکہ کسی دوسری روایت کے ہیں جو غلطی سے اس میں درج ہو گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حافظ ابن کثیرؒ نے مزید لکھا ہے: ابن اسحاق کے شیخ محمد بن عبداللہ بن قیس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، اور بعض کا خیال ہے کہ وہ رجال الصحیح میں سے ہے، حالانکہ ہمارے شیخ نے اپنی "تہذیب" میں اس کے بارے میں یہ کہا ہے مگر مجھے اس چیز کا وقوف حاصل نہیں ہوا۔ والله أعلم (البدایہ والنھایہ: ۲/ ۲۸۸)

آگے چل کر شیخ البانیؒ لکھتے ہیں کہ اس کے بعد یہ حدیث میں نے (تاریخ مکہ للفاکہی: ۷۔ تاریخ ابن جریر: ۲/ ۳۴) میں بھی اسی طریق سے مذکور پائی اور طبرانی نے اسے معجم صغیر کے صفحہ ۱۹۰ پر عمار بن یاسر کی حدیث سے یہ روایت نقل کی ہے، مگر اس روایت کی سند میں کتنے ہی ایسے راوی ہیں جنہیں میں نہیں جانتا اور ایسے ہی علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۴/ ۸/ ۲۶۶) میں ذکر کیا ہے۔ (تعلیقات و تخریج شیخ البانی علی فقہ السیرۃ محمد غزالی)

بقیہ شاہ اربل.......... کی نیت سے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فوج کو علی الصبح روانہ کر دیا اور خود نہ گئے جمعہ سے فارغ ہو کر نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو دیکھ کر فرمایا: (مامنعك ان تغدو مع اصحابك؟) ترجمہ: عبداللہ تو نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جانا تھا یہاں ٹھہرنے کا کیا مقصد؟ تو ابن رواحہؓ نے عرض کیا: "اردت ان اصلی معك" آپؐ کی اقتداء میں جمعہ پڑھنے کے شوق سے رہ گیا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "لو انفقت ما فی الارض جميعا ما ادركت فضل غدوتهم" یعنی: اگر زمین کی تمام دولت تیرے قبضہ میں آجائے، تو تو اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے، پھر بھی ان لوگوں کے اجر و ثواب اور مرتبہ کو نہیں پا سکتا جو میرا فرمان سن کر روانہ ہو چکے ہیں۔

محترم قارئین! غور فرمائیں..... نماز جمعہ کی ادائیگی سے ہفتہ عشرہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور پھر مسجد نبوی ﷺ میں ایک جمعہ ادا کرنے سے ہزار جمعوں کا ثواب ملتا ہے اور پھر نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں تو نور علی نور ہے لیکن نبی اکرمؐ نے فرمایا: "عبداللہ! روئے زمین کی تمام دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بھی وہ اجر و ثواب اور مرتبہ نہیں مل سکتا جو میرا اشارہ پا کر عمل کر چکے ہیں۔ یعنی اپنے خیال اور مرضی سے کی ہوئی نیکی بارگاہ ایزدی میں مقبول نہیں بلکہ قرب الہی نبی کریم ﷺ کی اتباع پر منحصر ہے۔ اللهم وفقنا لما تحب و ترضى